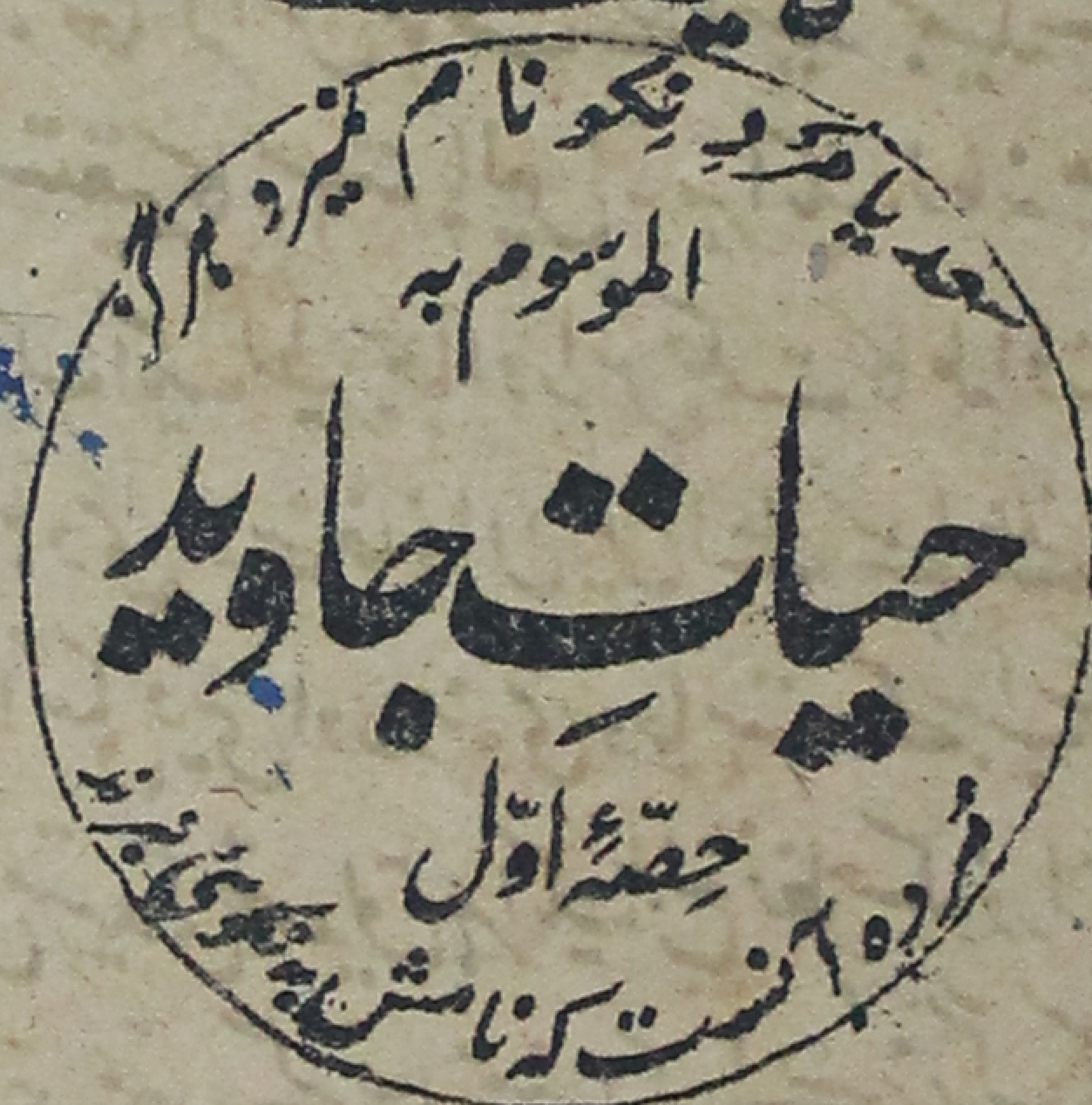
ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم

چو شنوی سخنِ اہلِ دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

مختصر حالات و مقامات سوانح عمری فریدِ دہر وحیدِ عصر واقفِ کنوزِ معارف و حقایق کاشفِ رموزِ لطایف و دقایق مسند آرائے شریعت رونق افزائے آدابِ طریقت بادہ پیمائے جامِ معرفت رہنمائے مقامِ حقیقت محبوبِ سبحانی جنابِ حضرتِ شیخ خواجہ سید عبدالرحیم شخکمان نقشبندی المجددی قدس سرہ العالی

لائف



باجازتِ معلّے القاب سیادت انتساب نجابت پناہ عالیجناب خواجہ حسن شاہ صاحب نقشبندی مجددی

مولفہ آمیر ۔ مورخ سعادت کشمیر

بفرمائش خواجہ غلام نبی صاحب بچھ رئیس کشمیر

باہتمام ملا محمد حسن وفائی ۔ خانیار

مطبوعہ کشمیر پرتاب سٹیم پریس سرینگر مالک مطبع پنڈت ولی تنا اینڈ سنز

هو الغفور الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زلاف حمد و نعت اولے است بر خاک ادب خفتن — سجودے میتوان کردن درودے میتوان گفتن

خدائے وحدہ لاشریک نے اپنی ذات و صفات کی جلوہ گری کیلئے اس دُنیا میں ایک ایسی جماعت پیدا کی ہے۔ جو اُسکے شان ربوبیت کی مظہر ہو۔ اور اس سے قدرت کا یہ منشاء تھا کہ اُس جماعت کے وسیلہ جمیلہ سے کافہ انام کو ہدایت ہو۔ اور وہ صراط مستقیم کا راستہ پالیں۔ ہر ایک زمانہ میں ہر ایک ملک میں ہر ایک قریہ میں ایک ایک نظیر بیجا اور اس حکمت کاملہ اور منشاء بالغہ میں یہ مرعی رکھا۔ کہ اِس قسم کا ہادی اپنے خاندان میں اعلےٰ سے اعلےٰ اور شریف سے شریف ہو۔ تا کہ خلق اللہ اُسکی دینی اور دنیوی وجاہت کے سبب اسکی طرف مایل ہوں۔

ہماری اس تمہید کی تصدیق ہر ایک بالغ نظر جسکو ذرا بھی علمی تاریخ سے مس ہے کرسکتا ہے۔ اس تمہید کے بعد ہمنے ایک ایسے بزرگ کی سوانح عمری (للائف) لکھنے کا قصد کیا ہے۔ کہ جسکی اولاد نے ممالک شمالیہ کے کوہستان طے کرکے کشمیر کو فیوض ظاہری اور باطنی سے مالا مال کیا۔ اور جنکی حشمت۔ عظمت اور فضیلت ظاہری و باطنی نے یورپین۔ انڈین کے بزرگوں سے خراج تحسین و آفرین لیا۔ ان بزرگوں کی ذکر سے ہماری مُراد خاندان عالیہ نقشبندیہ نزیل کشمیر سے ہے۔ اور ہماری سوانح عمری کے ہیرو

شیخ المسلمین قدوۃ السالکین زبدۃ الواصلین قطب الاقطاب غوث الشیخ

والشّاب فرید زمان وحید دوران حضرت خواجہ سیّد عبدالرحیم نقشبندی شنخکمان قدس اللہ سرہ سے ہے۔ مگر قبل اسکے کہ ہم اپنے هیرو کی سوانح عمری تحریر کریں۔ یہ پر ضرور ہے۔ کہ بطور تمہید چند سطور لکھیں تاکہ ناظرین کو مضامین سوانح عمری کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ نقشبند مشکلکشا رضی اللہ عنہ کا نام نامی واسم گرامی اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کتب تواریخ میں آپ کے حالات درج ہیں۔ اس مختصر رسالے میں انکی لکھنے کی گنجائش نہیں۔ اور آپ کے پاک حالات کا یہاں پر تحریر کرنا ہمارا مقصود بالذّات بھی نہیں۔ بلکہ ہمارا نصب العین خواجہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ کے سلسلہ نسب پر روشنی ڈالنے کا ہے۔ اس مضمون کے متعلق کتب تواریخ سے یہ پتا چلتا ہے۔ کہ آپ خاندان شاہان ترکستان سے تھے۔ اور چونکہ آپکے نانا غوث اکبر حضرت خواجہ بزرگ نقشبند رضی اللہ عنہ سیّد صحیح النّسب تھے۔ اور آپکے دادا حضرت خواجہ علاءالدین عطّار قدس سرہ داماد حضرت خواجہ بزرگ نقشبند بخاری رضی اللہ عنہ تھے۔ اسلئے آپ حسب و نسب سیّد تھے۔ چنانچہ ایک مورخ اس موقعہ پر لکھتا ہے۔ کہ "نسبت مادری ایشان بامقتدائے ابرار حضرت خواجہ احرار منتہی میشود"۔ مختصر ہم ان امور کی وضاحت بتحریر شجرہ نسب بطور ضمیمہ کتاب کے آخر میں لکھیں گے۔ ناظرین وہاں سے مطالعہ فرماکر بصیرت حاصل کریں۔ ان ضمیموں سے یہ بات خود بخود ظاہر ہوگی۔ کہ ہم نے جو اپنے هیرو کو سیّد و احراری خاندان شاہی سے لکھا ہے وہ کس بنیاد پر ہے۔ اگرچہ آپکے اسلاف کرام سب کے سب اس قسم کے ہیں کہ ہر ایک کی سوانح عمری الگ لکھی جائے۔ مگر چونکہ حضرت اقدس مرحوم ہی سے کشمیر کے تعلّقات شروع ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان ہی کے نام نامی سے ہم اپنے اس ناچیز کتاب کو زیب و زینت دیتے ہیں۔ قبل اسکے کہ ہم آپ کی

سوانحعمری لکھنی شروع کریں۔ جویائے حالات کو چاہیے۔ کہ وہ شاہانِ مغلیہ گورگانی کے حالات سے واقف ہو کیونکہ شاہان مغلیہ کا ہمیشہ یہ اُسلوب رہا ہے کہ وہ اپنے لڑکیوں کا کفو سوائے بزرگان کرام و ساداتِ عظام کسی کو نہیں مانتے تھے۔ اس واسطے اُنہیں سے رشتہ و پیوند کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ یہ امر مبصران تاریخ پر پوشیدہ نہیں۔

کشمیر کے ممالک شمالی ترکستان متصل سمرقند و بخارا سے شریف ایک مشہور عظیم الشان شہر موسوم بہ تاشکند ہے۔ جو آجکل کے زمانہ میں زیر حکومتِ روس ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ شہر سلطنت مغلیہ کے ممالک محروسہ سے تھا۔ اور یہاں کے ایک اعلیٰ خاندان سادات کو بابر کے زمانہ سے شاہان مغلیہ لڑکیاں دیتے چلے آئے تھے۔ اور یہی خاندان بوجہ قرابت قریبہ سلطنت مغلیہ اور اپنے ذاتی جاہ و وقار کے وجہ سے اُن ممالک کے فرمانروا رہے۔ اسکے پہلے تقریباً ڈیڑھ سو برس اس شہر کا فرمانروا خاندانِ نقشبندیہ کشمیر کا مورثِ اعلےٰ سیّد عالی نسب والا حسب خواجہ محمد شریف تھا۔ جو علاوہ از دیہیم سلطنت تاج ولایت باطنی و تخت حکومت شرعی بھی رکھتے تھے۔ آپ کے ہاں پہلے پہل سنہ ۱۰۹۹ھ مطابق سنہ ۱۶۸۷ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایک فرزند دلبند عطا فرمایا۔ جسکا نام عبدالرحیم رکھا۔ جو بعد میں (جنکا حال اگے آئیگا) حضرت خواجہ عبدالرحیم شیخکمان کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس خاندان علم و حکومت میں اس لاڈلے بیٹے کی پرورش اس نہج سے ہوئی۔ جسطرح کہ ایک شہزادے اور دوست خدا کے بچہ کی ہونی چاہیے تھی۔

صغرِ سن سے ہی آپ کو علم و عمل کا شوق تھا۔ اور حصول ابواب باطنی سے آپ کا کام و زبان پر ذوق۔ بالجملہ رفتہ رفتہ علم ظاہری کے دوش بدوش اور

ہنرہائے شاہی کے ہم آغوش اور فیوضِ باطنی میں بنہایت جوش و خروش ترقی کرتے
چلے گئے - آخر اس ملک کے علمائے کرام اولیائے عظام سے چندے ہمصحبت رہے
مگر ذوق و شوق کا یہ حال تھا - کہ ان کی طلب کی پیاس بجھنے میں نہ آئی - اور
چوبیس (۲۴) سال کے عمر میں آپ سنہ ۱۱۲۳ھ میں بقصد زیارت حرمین شریفین و معانقہ جسمانی
اولیائے کرام باجازت والد ماجد خود وطن سے چل نکلے - اور وطن سے بخارائے
شریف اور بخارائے شریف سے کابل اور کابل سے پشاور کے راستے دہلی پہنچے
ہندوستان میں اسوقت شاہ عالم بہادر نبیرہ عالمگیر رونق بخش
تاج و سریر تھے - اسوقت آپ دہلی میں نواب سیف الدولہ سید عبدالصمد خان ترک جنگ
کے ہاں بوجہ قرابت قریبہ مہمان ہوئے - اور تھوڑے ہی وقت کے بعد نواب
صاحب موصوف دہلی سے حکومت پنجاب پر مامور ہوئے - تو آپ اعتماد الدولہ قمر
الدینخان نصرت جنگ کے ہاں ٹھہرے - اور آپ چونکہ ارادہ حرمین کیلئے وطن
نکلے تھے - اس واسطے بعد زیارت حرمین آپ نے اطراف و اکناف ممالک عرب و
عجم کی سیاحت فرمائی - چندے قسطنطنیہ میں ٹھہر کر ہندوستان واپس پہنچے -
اس زمانہ میں محمد شاہ بادشاہ سریرآرائے ہندوستان تھا - آپ کی مراجعت
کی خبر سنتے ہی قمرالدینخان وزیر اعظم محمد شاہ جو آپ کے رتبہ اور کمالات ظاہری
و باطنی و اعزاز خاندانی سے واقف تھا - آپکے استقبال کرکے بڑی عزت کیساتھ
اپنے گھر میں لا اتارا - چونکہ نادر شاہ اور احمد شاہ درانی افغان کے حملوں سے
اس وقت ہندوستان تہ و بالا ہو چکا تھا - اور انکے دیکھتے ہوئے شہر سنسان
معلوم ہوتے تھے - اس وجہ سے آپ نے اپنے وطن مالوف کی راہ لی - جب
وہاں پہنچے - تو آنکے والد ماجد داخل خلد بریں ہو چکے تھے - اور عنان حکومت
آپکے ہمشیرزادہ خواجہ محمد یونس کے ہاتھ میں تھی - آپنے حال دیکھکر مناسب نہ سمجھا

کہ دنیاوی جاہ وحشم کیلئے اپنے بھانجے سے تنازعہ کریں۔

غرض جنکو لو لگ گئے کبریا سے ❖ انہیں کیا غرض پھر رہی ماسوا سے

بالجملہ اس انقلاب سے آپ کی طبیعت میں ایک اور جوش پیدا ہوا اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے تلے پھر گیا۔ بقولِ شاعر۔ مصرعہ

سمندِ ناز پر ایک اور تازیانہ ہوا

آخر دل نے مجبور کیا۔ کہ پھر دوبارہ حرمین شریفین کی زیارت سے اس گرمی دل کو ٹھنڈا کریں۔ مگر فی الحقیقت کوئی باطنی کشش انکو اپنے طرف جذب کر رہی تھی۔ اسی حالتمیں آپ اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہکر چل بسے۔ اور اب کے دفعہ آپ کے حقیقی بھائی حضرت خواجہ سید نیاز نے الرّفیق ثمّ الطّریق یاد دلاکر آپ کا ساتھ دیا۔ دونو بزرگوار سلسلہ کوہستان کو طے کرتے ہوئے۔ از راہ پشاور وارد پنجاب ہوئے۔ چندے لاہور میں قیام فرمایا۔ اور بزرگانِ دین کی زیارت یارانِ طریقت کی صحبت سے حظِ وافر اُٹھایا۔ اب بھی نواب سیف الدولہ کے گھر مہمان ہوئے اور میزبان نے بیش از بیش مکلّف دعوتیں دیں۔ وہ وقت پادشاہ ہندوستان محمد شاہ رنگیلے کی حکومت کا تھا۔ یہ کون نہیں جانتا۔ کہ محمد شاہ کس قسم کا عیّاش پادشاہ تھا۔ تمام کتب تواریخ اسکے حالات سے لبریز ہیں۔ ایسے وقت میں عنان حکومت امیر الاُمراء نواب قمر الدینخان و سیّد محمد خان کے ہاتھ میں تھی۔ اتفاق حسنہ سے یہ سب اُمرا و وزرا کچھ تو بلحاظِ قرابت کچھ تو بلحاظ عقیدتمندی آپ کے جان نثاری کا دم مارتے پھرتے تھے۔ ایسے بزرگ کا پنجاب میں نزول اجلال کچھ تھوڑی سی بات نہ تھی۔ محمد شاہ بادشاہ باوجود عیش دوستی فقرا و صلحا کا دل دادہ تھا۔ اسکو بھی پرچہ لگا۔ اور اُمرا نے بھی موقعہ پاکر تقریب کی کہ حضرت خواجہ علاوہ از تعلّق خاندان تیموریہ شہزادہ بھی ہیں۔

صوفی بھی ہیں اور جہادِ اکبر و جہادِ اصغر میں یکتائے روزگار ہندوستان کی زہے قسمت کہ ایسی بچھڑے ہوئے رشتہ دار آکر آپسمیں ملیں۔ یہ حالات سُنکر محمد شاہ بادشاہ خود ملنے کیلئے اُن کے خیمے میں آئے۔ اور قدم چومے۔ حضرت کی شبیہ دیکھکر مثل شہزادوں کی فنونِ جنگ میں ماہر اور جہادِ نفس میں بے نظیر پایا۔ دیر تک صحبت رہی۔ آخر مسلمان بادشاہ تھا۔ تاڑ گیا۔ کہ ایسے بزرگ کا ہندوستان میں قیام فرمانا۔ موجب عزّت و آبرو و قوام سلطنت ہے چنانچہ ایسے امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ جہاں پناہ نے آپ کو ازراہ عقیدتمندی ایک فوجی افسر کی ذمہ واریاں سپرد کر کے کل میگزین کا منتظم افسر بنا دیا۔ چونکہ آپ تیر اندازی میں فوق العادت ملکہ رکھتے تھے۔ اسلئے آپ کا ہنر دیکھکر خطاب شخکمانی سے سرافراز فرمایا۔

جانتا ہے کہ شخکمان کیا ہے	اس سے ظاہر ہے کیا عیاں کیا ہے
شخکماں وہ کہ جس نے لے شمشیر	نفسِ امّارہ کو کیا ہے زیر
شخکماں تیرزن بہادر ہے	جسکا ثانی جہاں میں نادر ہے

ہم یہاں پر محمد شاہ پادشاہ کا خط جو اس نے حضرت خواجہ کیخدمتمیں بھیجا تھا۔ بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین لطف اُٹھائیں۔

نقل فرمان محمد شاہ بادشاہ

حضرت قبلۂ کونین کریم ابن الکریم حضرت خواجہ عبدالرحیم مدظلکم العالی۔ عرض مینماید کہ خفیہ روی آنحضرت از حد گذشت۔ صدر صد و راز ترک افغان حکومت پایہ تخت تاشکند و سنفرازان۔ بشوق طلب خدا۔ نہ بظہور اعدا۔ بعرض اقدس رسانند۔ پادشاہان را بعدل و نصفت نزدیکترین راہے ہست بخدا۔ اگر توفیق یار شود۔ بزرگان آنحضرت دین و دنیا ہر دو پہلو باتّباع سُنّتِ نبوی

اختیار فرمودند ہرچہ خوبان کنند خوب آید ٭ ما را بجز خم تسلیم نشاید۔
شاید کہ خوش قسمتی ما خواہد بود۔ کہ در ظلّ عاطفت بزرگانہ عمر گرانمایہ را از تفرقہ
بجمع آریم۔ در آرزوے خاص آرزو مندی قدمبوس اند۔ از انجا کہ اینہمہ جاہ و
جلال پادشاہی از بدو اعلیٰ حضرت فردوس منزلت آنجہانی حضرت امیر تیمور
گرگانی ببرکت خاک نعلین جدّ امجد آنحضرت مسلّم است۔ مصرعہ
اے بادِ صبا این ہمہ آوردہٗ تست
پس این سلطنت را از خود تصور فرمایند۔ آنکہ بکمالِ عقیدت جگر گوشہ ہاے
خود را دریغ نداشتیم۔ باین واسطہ بتعلق شاہی ہم حقدارید۔ اگر از اخذ افغان
حکومت متنفر ند اما در عدم تحمل آنحضرت اگر اختیار ہم باشد۔ ما نیازمندان را
تحمل آن نیست۔ لہٰذا بہر جا کہ پسندِ خاطر عاطر مخصوص آب و ہوا باشد۔ قیام
پذیر شوند۔ رہے سعادت۔ اجابت خاصہ ذات و الا انار ذوے خاص تعین یافت
و بابت اخراجات ضروریاتِ خادمان در ماہ بیست و پنجہزار از خزانہ عامرہ
مقرر شد۔ و نیز اگر در لاہور و یا در کشمیر بنظر آب و ہواے سرد توقف فرمایند
بہر شہر و ہر قدر کہ مواضعاتِ آن شہر بطور جاگیر مستمرہ مقرر شوند امید قبولی است

چونکہ سید محمد خان کی توسط سے حضرت خواجہ کی رسائی تا دربارِ شاہی ہوئی
تھی۔ وزیر الملک قمر الدینخان کو یہ امر ناگوار گذرا۔ اسلئے آپ حیدر آباد دکن میں
حسب الطلب نواب آصفجاہ بالقابہ چلے گئے۔ وہاں بھی شاہی خاندان میں رشتہ
اور ناطہ ہونے کو تھا۔ مگر عبد الصمد خان اور قمر الدینخان سنگ راہ ہوئے۔ اور
حضرت خواجہ حقیقت میں جس امر کی تلاش میں وطن سے نکلتے ہے۔ بہ صوابدید
برادر خود اس طرف مائل ہوئے۔ اور اسوقت سرہند شریف میں سجادہ ارشاد

طریقت میں حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ رونق بخش تھے۔ اور ہزار ہا تشنگانِ طریقت آپ کے بحرِ زخار معرفت سے سیراب ہونے کیلئے ممالک دُور و دراز سے آرہے تھے۔ سچ ہے۔ شعر

ہر کجا چشمہ بود شیریں — مُردم و مرغ و مُور گرد آیند

حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کو بھی باشارہ باطنی آپ کی طرف سرِ نیاز خم کرنیکا ارادہ ہُوا۔ چنانچہ اس ملاقات کا حال حضرت خواجہ نے اپنے قلم گوہر رقم سے لکھا ہے +

چونکہ ہم نے حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی سوانحعُمری کے دو پہلو رکھے ہیں۔ ایک وجاہت و عظمت و حشمت و حسب و نسب خاندانی۔ دوم جاہ و جلالِ رُوحانی۔ اور سوانح عُمری نگار کا مدّعا زیادہ تر آپ کے باطنی حالات پر روشنی ڈالنے کا ہے۔ لہذا ہم آپ ہی کے الفاظ میں اس ملاقات کے بارہ میں چند سطریں لکھتے ہیں۔ تاکہ ناظرین خود لطف اُٹھائیں۔ اور دیکھیں کہ بزرگوں کے الفاظ میں کیا برکت ودیعت ہے۔ سچ ہے۔ کہ کلامِ مردان جان دارد۔

ہادی ارشاد مُرشد عالیجناب صاحب مقاماتِ آشنئے کاشفِ جواہر اسرار مجتبیٰ نافذ لآلی رموز معنوی قبلۃ العارفین کعبۃ الطایفین آفتابِ بے نظیر پیرِ دستگیر الدلیل الموصل الے اللہ الواحد الباقی العالم الحق الماجد حضرت شیخ محمد عابد قدس اللہ سرہ الاقدس۔

چونکہ اس موقعہ پر آپ کے ملفوظات میں حضرت شیخ محمد عابد قدس سرہ کا ذکر آگیا۔ اسلئے ضرور ہُوا۔ کہ یہاں پر قدرے آپ کا حال بھی لکھا جاوے۔

جناب حضرت محبوب سبحانی امام ربّانی مُجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد کابلی نقشبندی سرہندی قدس سرہ العالی کے نامِ نامی سے وہ کون ہے

جو واقف نہیں۔ صفحات تاریخ آپ کے اسم مبارک سے مزین مزیب ہیں
آپ کے برگزیدہ خلفا کی تعداد یوں تو بیشمار ہیں۔ از انجملہ حضرت شیخ محمد
معصوم اس مقدس سلسلہ عالیہ کے طلائی کڑی ہیں انکے فرزند شیخ عبد الاحد
تھے۔ اور شیخ عبد الاحد کے فرزند او خلف الصدق حضرت شیخ محمد عابد۔ شیخ
محمد عابد اس سلسلہ عالیہ کے جب سر حلقہ ہوئے۔ تو ہزار ہا طالبان صادق آپ
سے فیضیاب ہو گئے۔ آپ دہلی میں سجادہ ارشاد پر رونق افروز تھے۔ جبکہ
حضرت خواجہ وہاں پہنچے۔ اور باشارہ باطنی آپ کے زیارت کیلئے تشریف
لے گئے۔ جب پروانہ وار آپ کی شمع دیدار سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور
بخشنا چاہا۔ کہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آپ ایک بانکے اور خوشخوجوان کیطرح
موئے سر کو سنوار رہے ہیں۔ لمبے بال اور کنگی پٹی۔ جو کہ ہندوستان اور
عرب کا خاصہ ہے۔ اور اہل ترکستان سر منڈاتے ہیں۔ اسلئے آپ کے دل میں
کچھ خطرہ ہوا۔ جیسا کہ آپ کے ملفوظات سے ظاہر ہے۔ اس وجہ سے بغیر شرف
نیاز حاصل کیئے واپس چلے گئے۔ چونکہ دل میں ایک باطنی لگن لگی ہوئی
تھی۔ دہلی سے دل اچاٹ ہوا۔ اور ارادہ حرمین شریفین کیا۔ اور وہاں سے
۱۱۵۴ھ میں جبکہ آپ کا سن شریف ۴۶ سال کا تھا۔ دہلی واپس پہنچے۔
اور بخدمت حضرت پیر و مرشد جسکا ذکر آپ کے ملفوظات میں ہو چکا ہے۔ معہ
اپنے بھائی حضرت خواجہ سید نیاز جانیکا ارادہ کیا۔ حضرت سید نیاز نے بطور خود
فرمایا۔ کہ اے برادر دست ارادت بدامن رہنمائے دراز کردن امرے مستحسن است
واز دار فنا بے رہنمائی خضر راہ طریقت و پیر شفیع و مشفع رفتن متعذر۔
و مرید صادق و طالب موافق را ازین گزیر نیست۔ بوقت شرف نیاز دل از خطرہ
خالی باشد۔ بالجملہ دونو بھائی اسی وقت میں کہ جبکہ سورج کی گرمی سے پرندے

درختوں کا سایہ ڈھونڈتے تھے۔ دربار شیخ کامل تک جا پہنچے۔ سب سے پہلے حضرت
خواجہ نے حضرت شیخ محمد عابد کی ملاقات کی خواہش کی۔ مگر ڈیوڑھی پر ہی آپ کی
خبر انتقال پُرملال سُنکر حواس باختہ ہوئے۔ آخر کار بعد افاقہ آپ نے اُن کے
جانشین کے نسبت دریافت فرمایا۔ جواب ملا کہ جناب سیادت پناہ خواجہ موسیٰ خان
دھبیدی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ حضرت شیخ عابد نے داعی اَجل کو لبیک کہتے
وقت یہ وصیت کر رکھی تھی۔ کہ بعد چند سے ایک شیدائے راہ خدائی ذی المجد
والتعظیم خواجہ عبدالرحیم ہمارے تلاش میں آئینگے۔ ان کو ہمارا اسلام کہدینا
اور ہماری امانت پہنچا دینا۔ چنانچہ جب حضرت خواجہ باشتیاق تمام پہنچے دلمیں
خطرہ ہوا کہ آپ کے جانشین واقعی یہی ہیں۔ جسکا اشارہ سید انام علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا۔ یہ خطرہ پیدا ہوتے ہی حضرت خواجہ موسیٰ خان دھبیدی
نے پکار کر فرمایا۔ کہ "یاران کدامید پیش بیائید۔ کہ مارا در حیرت انداختید۔ مارا
بار بار از عالم غیب برائے شما تاکید مے شود"۔ یہ سنتے ہی حضرت خواجہ معہ برادر
خود قدمبوس ہوئے۔ بعد معانقہ و مصافحہ حضرت خواجہ موسیٰ خان دھبیدی نے
فرمایا۔ کہ اے بزرگو اگرچہ میں جانتا ہوں۔ کہ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں نے
آپ کو آغوش عاطفت میں لے لیا ہے۔ لیکن سُنت طریقہ کے مطابق استخارہ
کرنا شرط ہے۔ حضرت نے استخارہ کے بعد بیعت لی۔ اور دوسرے ہی سبق
میں حضرت خضر علیہ السلام آپ کے ہاں تشریف لائے۔ اور طے مدارج سلوک میں
آخر تک معاونت فرمائی۔ غرض کہ تھوڑے مدت میں عطائے خرقہ خلافت سے
ممتاز ہوئے۔ فرماتے تھے۔ کہ اگر حضرت خضر کی ملاقات کے واقعات بیان
کیجائیں۔ تو اس کیلئے بہت سا وقت درکار ہے۔ طالب صادق اس مقام پر
پہنچکر خود ہی واقف ہو جائیگا۔ حضرت شیخ نے حسب وصیت کام لیا۔ حضرت خواجہ نے

انسے وہ پایا۔ جسکا بیان ہمارے قلم سے نہیں نکل سکتا۔
کیونکہ امور وجدانی کا لفظوں میں فوٹو کھینچنا بہت مشکل ہے۔ ع
ذوقِ این مے نشناسی بخدا تا نچشی +

بالجملہ حضرت خواجہ سیّد نیاز نے بھی اس بیعت میں آپ کی موافقت کر کے بہت سے فیوضاتِ باطنی حاصل کیئے۔ اور چندے مجاہدۂ نفس و ریاضت میں خوب کام کر کے تھوڑی مُدّت خرقۂ ارشاد حاصل کر کے مجاز ہوئے۔ جب یہ نعمت غیر مترقبہ آپ کو حاصل ہوئی آپ کیخدمتمیں جوق درجوق طالبانِ راہِ خدا آنے لگے۔ اور ہزارہا کامیاب ہو کر واصل بحق ہوئے۔ پھر آپ کے یارانِ طریقت کی یہ صلاح ٹھہری کہ ہندوستان میں حضرت خواجہ کے قیام کیلیئے ضروری ہے۔ کہ موجب سُنّتِ سنیہ مصطفویہ علٰے صاحبہا التحیہ آپ کا رشتہ تجویز ہو جائے۔ آخر ایک عُہدہ دار بڑے امیر کے گھر آپ کی نسبت ٹھہری۔ چنانچہ ۱۱۵۰ھ میں حضرت خواجہ متاہل ہوئے۔ بعد چندے جب حضرت خواجہ موسیٰ خان وہ بیدی اپنی اصل وطن دہبید علاقہ خراسان کی طرف تشریف لیگئے۔ تو حضرت خواجہ نے بھی لاہور تک آپکا ساتھ دیا۔ اور وہاں وزیر قمرالدینخان کے مہمان رہے۔ چونکہ حضرت خواجہ علوم وفنون ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار تھے۔ اور دِل بایار دست باکار آپکا طرزِ عمل تھا۔ اور حکام وقت کو ایک ایسی افسر کی تلاش تھی۔ اسلیئے آپ کو مین آباد کا گورنر بنایا گیا۔ مُصنّفِ وقایع نظامیہ مولوی مُفتی نظام الدین محمد یہ لکھتے ہیں۔ کہ مین آباد آپ کو جاگیر میں ملا۔ بالجملہ بہ حیثیت حکومت یا بحیثیت جاگیر مین آباد آپکے قدوم میمنت لزوم سے پُر امن رہا۔ یہ وُہ زمانہ تھا۔ جب کہ احمد شاہ ابدالی و دُرّانی نے ہند و پنجاب پر یورش کی تھی اور پنجاب میں اسوقت سِکھا شاہی حکومت کا دور دورہ تھا۔ اور سِکھوں سے

اہلِ اسلام پر اور اُن کے معابد و زیارات پر جو کچھ کہ گذرا۔ اُسکا مفصّل بیان
تاریخوں میں مسطور ہے۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ اس خبر سنی سنائی واقعات
کو قلمبند کرکے یہ زخم تازہ کریں۔ اور ہندو اور مسلمان کی تعلقات کشیدہ کریں
غرض کہ اس شورش و فساد کے زمانہ میں احمد شاہ ابدالی پنجاب میں آیا۔ اور
مسلمانوں میں ایک بڑا رن پڑا۔ طرفین کے ہزارہا آدمی کام آئے۔ اور
اس معرکہ میں حضرت خواجہ سیدؔ نیاز نے جام شہادت نوش کیا۔ اور شہید
ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ اللہ والوں کی عجیب باتیں ہوا کرتے ہیں
پنجاب میں یہ حال ہوا۔ وہبید میں حضرت موسیٰ خان وہبیدی علیہ الرحمہ
ایک دن اپنے یاران طریقت کے ساتھ حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ناگہاں
انسے یوں مخاطب ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ "یاران مے بینیم کہ روح حضرت خواجہ
سید نیاز بر فراز عرش مجید طیران میکند"۔ اسکے بعد اہالیِ خراسان کو آپ کی
شہادت کے واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ اس واقعہ کے ظہور ہونے سے آپ کو بڑا
صدمہ ہوا۔ بھلا جنکا ایسا قابل اور بزرگ بھائی عالمِ مسافرت میں بھائی کو
چھوڑ کر چلا جائے۔ کیا صدمہ جو کہ اسکے دل پر نہ گذرے۔ اس واقعہ شہادت
کے بعد آپ کا دل اچاٹ ہوا۔ مین آباد کی فوجداری یا حکومت یا جاگیرداری
جو کچھ کہو۔ سب کو خیرباد کہکر جموّں پہنچے۔ وہاں بھی دلِ بیتاب نے ٹھہرنے
نہ دیا۔ سید ھا ترکستان کا رستہ لیا۔ تاکہ اپنے مُرشد ہادی کی قدمبوسی سے
اپنے غم و الم کا مداوا کریں۔ صعوباتِ راہ اُٹھاتے فیضیاب درگاہ پہنچے
اور جو کچھ آپ کو وہاں سے ملا۔ اُسکا بیان قلم دو زبان کیونکر ادا کرے
بات سینہ بسینہ تھی۔ حضرت نے فرمایا۔ اور آپ نے سُنا۔ شعر

میانِ عاشق و معشوق رمزیست ۔۔۔ کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

اس دوران سفر میں بھی اولیائے کرام سے ملاقات ہوئی۔ اور فیوضاتِ ربانی و سعاداتِ رُوحانی حاصل کئے۔ چندے آپ خدمت شیخ میں ٹھہرے رہے۔ اور قدرتی طور پر دہلی کی مراجعت کا ارادہ تھا۔ کہ حضرتِ خواجہ موسیٰ خان دہبیدی قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ مکاشفہ میں دہلی و تخت دہلی کی حالت دیگر گوں معلوم ہوتی ہے۔ اور عنقریب اس سلطنت کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اور اس معرکہ میں ہزارہا بندگانِ خدا تہ تیغ بیدریغ دیکھتا ہوں پھر سیر کشمیر کیلئے اپنے مرشد بزرگوار کے اشارے سے ازراہِ ترکستان وہاں سے مرخص ہوئے۔ پہاڑوں کی گھاٹیاں طے کراتے ہوئے۔ اپنے وطن مالوف میں پہنچے۔ وہاں پہنچکر ہزارہا بندگان خدا کو واصل بخدا کیا۔ تواریخ اور زبانی روایات اور سینہ بسینہ حکایات سے بہ پایۂ ثبوت پہنچا ہے۔ کہ ترکستان کے تمام شہر و بلاد میں آپ نے نقشبندی سلسلہ کا ڈنکا بجایا۔ اور سکہ بٹھایا۔ بلکہ تادمِ تحریر ہٰذا کُل بلاد ترکستان تبت سے لیکر کاشغر یارقند سے لیکر بخارا شریف سمرقند وغیرہ تک چھوٹے چھوٹے دہات سے بڑے بڑے ملکوں تک فیض نقشبندیہ سے مالامال ہوئے۔ اور ہیں۔ ترکستان کے جس آدمی کو دیکھو وہ ضرور اسی سلسلہ کا پابست ہوگا۔ اور فی الواقع یہ قوت رُوحانی کسی کو سوائے اولیائے کرام کے میسر نہیں ہوتی۔ صرف انکی اکیلے ذات سے سو نہیں ہزار نہیں، لاکھ ہا آدمی واصل بخدا ہوئے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ ایک مدت تک وہاں اپنا فرض ڈیوٹی پورا کرتے رہے۔ پھر باشارۂ غیبی ترکستان سے تبت اور تبت سے وارد خطۂ دلپذیر کشمیر ہوئے۔ اور بابا محمود نبیرۂ میاں محمد ہاشم چشتی خانیاری کے گھر ٹھہرے۔ اور وہاں چندے

قیام کر کے میاں محمدؐ ولی دار ولد میاں حضور اللہ دار کے گھر اُٹھ آئے۔ میاں محمد ولی دار معہ اپنے کُل اہل و عیال کے آپ کے سلک مُریدان میں مُنسلک ہوئے۔ اس زمانہ میں شُرفائے کشمیر میں ایک بزرگ خواجہ سید کمال الدین شہید نقشبندی سلسلۂ نقشبندیہ میں ممتاز تھے۔ جب مذکور الصدر بُزرگوں نے حضرت خواجہ سے معانقہ جسمانی و مُصافحہ فرمایا۔ تو وہ بھی جذبہ باطنی سے مُتاثر ہو کر آپ کے مُرید ہوئے۔ اور خاندانِ مذکور کیطرح خواجہ کمال الدین شہید جو مشاہر کشمیر میں سے تھے۔ اور ہزارہا آپ کے مُرید او پیرو تھے۔ سب کے سب آپ کے کمالات دیکھکر حلقہ بگوش بیعت و ارادت ہوئے۔

تازہ عاشق شدم و خط بغلامی دادم — خواجہ را گو کہ بیاید بہ مُبارکبادم

غرض کہ اس زمانہ کے جتنے اعیان و شُرفا تھے۔ سب کے سب حضور میں آنے لگے جب یارانِ طریقت میں رُوز افزون ترقی ہونے لگی۔ آپ نے مُسمّی دولت چک جو ایک بڑا امیر گُذرا ہے۔ اسکی زمینات خرید کیں۔ تاکہ یارانِ طریقت کو نشست و برخاست میں سہولیت ہو۔ اور حلقہ ارشاد وسیع۔ آپ نے جس جگہ مکانِ رہائیش بنایا۔ وہ قریب برارِہ نمبل کی جھیل کے ہے۔ اور اس جگہ ایک بُزرگ میر ضیاءالدین نعیم رہا کرتے تھے۔ اور یہ جگہ متصل ضلع خانیار ہے۔ حضرت سیدؐ خواجہ کی رہائیش سے اس محلہ نے سیدواری نام پایا۔

باز ہوائے چمنم آرزوست — خواہش سیر وطنم آرزوست

الغرض کشمیر میں چندے یہ جلسے ہوتے رہے۔ مگر اس دوران میں آپ کے دلِ مُبارک میں پھر جذبہ پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں بڑی غامض ہیں کوئی اسکی بھید کو پا نہیں سکتا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب کہ منجانب اخیری دور سلطنت مُغلیہ نورالدینخان صوبہ کشمیر کا گورنر تھا۔ یعنے

سنہ ۱۱۵۵ھ میں تحریک وطن آپکے دلِ مبارک میں پیدا ہوئی۔ اللہ کا نام لیکر بیتابانہ جانے کیلئے مستعد ہوئے۔ اور یارانِ طریقت کو خیرباد کہا۔ اور چندے رُفقا و خُدام کے ساتھ دشت پیمائی کرتے ہوئے۔ ازراہِ کوہستان تبّت یارقند پہنچے۔ اور راستے میں بہت سے تشنگانِ یادِ الٰہی کو سیراب کرتے گئے۔ اور ہر ایک منزل اور پڑاو پر اپنے یادگار چھوڑتے گئے۔ یارقند میں چندے قیام کر کے تاشکند کا رُخ کیا۔ وہاں کے لوگ پہلے ہی آپکے قدوم میمنت لزوم کی خبر سُن چکے تھے۔ اسلئے بے اختیار استقبال کو دوڑے۔ اور بڑی اعزاز و اکرام کے ساتھ تاشکند میں لے آئے۔ حضرت جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ تمام مُلک کا نقشہ الٹ گیا ہے۔ نہ وہ صُوفیائے کرام ہیں۔ نہ وہ حُکّامِ عالیمقام۔ انتظام ابتر۔ مقام ویران۔ جہاں بُلبُل ہزار داستان نغمہ سرا تھی۔ وہاں اُلّو بول رہا ہے۔

بیک گردشِ چرخ نیلوفری — نہ نادر بجا ماند و نے نادری

آپ کا دل یہ حال دیکھکر بھر آیا۔ مگر قضائے ربّی کے سامنے سوائے سرِ تسلیم خم کرنے کیا چارہ تھا۔ وہاں کے صاحبانِ حل عقد کی آپ کے قدوم سے ڈھارس بندی اور حضرت کو پھر عنانِ حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لینے کی التجا کی۔ حضرت نے جواب دیا۔ کہ اس عالمِ ضعیفی میں سلطنت کا بوجھ ہم سے نہ اٹھایا جائیگا۔

ہر کوہ نتابد این صدا را — ہر گوش نہ بیند این نوا را

دوم جسکا کام کا بیڑا ہمنے اُٹھایا ہے۔ اسمیں بھی خلل واقعہ ہونے کا احتمال ہے۔ دنیائے فانی کی محبت اب دل سے اُٹھ گئی ہے۔ غرض کہ آپنے نہایت خوبصورتی سے اُنکی درخواست کو مُسترد کیا۔ اس پر تمام رعایانے عموماً و صاحبانِ حلّ و عقد نے خصوصاً بکمالِ ادب التجا کی۔ کہ آپ سلطان ابراہیم ادہم کی طرح

سلطنت کو لات مار کر ہم وطنوں کو داغ مفارقت دئے جاتے ہیں
پھر بھی ہماری خاطر سے خزانۂ شاہی سے کچھ لینا قبول فرماویں۔
تا کہ عالم غربت میں آپ کے خاندان میں یہ بطور نشان کے رہیں۔
چنانچہ سب نے مل جل کر شاہی خزانہ سے چند تبرکات جو حضرت
امیر تیمور گورگانی نے غوث اکبر حضرت خواجہ بزرگ رضہ کی خدمتمیں
بھیجے تھے نکالکر لائے۔ اور ان تبرکات میں ڈھائی سپارے
کلام اللہ شریف کے تھے۔ کہ جنکو حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ
علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے بخط کوفہ لکھا تھا۔ اور یہ
عجیب واقعہ کہ حضرت عثمان ذی النورین خلیفہ ثالث رضہ بروقت جام
شہادت نوش کرنے کے یہی مصحف شریف کی تلاوت فرما رہے تھے۔
چنانچہ ان پارہ ہائے مبارکہ پر آپکے خون کے چند قطرے گرے ہیں۔ جنکا
نشان شیرازہ اور اوراق پر اس واقعہ کو یاد دلا رہا ہے۔ اور
موئے مبارک سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و موئی شریف خلیفۂ اول
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و کلاہ مبارکہ حضرت خواجہ بزرگ رضہ
غرض یہ تبرکات سلاطین اسلام قسطنطنیہ کے پاس بڑے جد و جہد
سے پہنچے تھے۔ اور آپ نے از راہ حسن عقیدت انکو حضرت امیر
تیمور گورگان کے پاس ہدیتاً بھیجا تھا۔ اور آپ نے حضرت خواجہ
بزرگ کے اولاد کو اسکا اہل سمجھکر ان کے ہاں سپرد کیا۔ حاصل
کلام یہ کہ ان تبرکات کو اپنے ساتھ حرز جان بنا کر رکھا۔ جو ابتک
آپکے خاندان کشمیر میں بجنسہٖ موجود ہے۔ مگر اسکی زیارت سے
خاص خاص طالبان حق فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ چونکہ کشمیر میں

ہیچو قسم تبرکات کی نشان دہی روزی کمانی کا وسیلہ بنائی گئی ہے۔
اسلیئے آپ کا خاندان اس طرح کی نشان دہی سے محترز رہا۔

اور چونکہ انتظام سلطنت و رفاہیت رعایا و برایا بھی منظور تھی
اسلیئے آپ نے اپنے خواہرزادہ خواجہ محمد یونس ولد شاہ ہدایت اللہ خواجہ
کو اس کام کیلیئے منتخب فرمایا۔ اور تاشکند کی حکومت ان کو سپرد کی
اور اس بارہ میں بہت سے منصفانہ وصایا فرماکر بخارائے شریف
چلے گئے۔ اور وہاں چندے رہکر یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے؟

سنہ میں دوبارہ آپ نے قدوم میمنت لزوم سے گھاٹیوں
اور پہاڑیوں کو قطع کرتے ہوئے۔ آپ پھر کشمیر پہنچے۔ اور کشمیر میں
اسوقت خورم خان خواجہ سرا کی گورنری کا دور شروع تھا۔ حضرت خواجہ
کی تشریف نے اہل کشمیر کے دلوں پر برقی اثر کیا۔ قدوم میمنت لزوم
کی خبر سنتے ہی تشنگانِ دیدار کی آتش شوق بڑھ اٹھی۔ سچ ہے۔

وعدۂ وصل چون شود نزدیک   آتشِ شوق تیز تر گردد

عقیدتمند اور حق پسند سلسلۂ نقشبندیہ کے پیرو پروانہ وار اس شمع
کے گرد حاضر ہوئے۔ جو شخص آپ کے قدمبوس ہوتا بے اختیار توبہ و
استغفار میں مشغول ہو جاتا۔ اور بحسنِ عقیدت قلادۂ ارادت اپنے
گردان میں ڈالتا۔ حضرت کا تاشکند سے آنا اور کشمیر میں پہنچنا تو دو
لفظوں میں ختم ہو جاتا۔ مگر یہ سچ ہے۔ کہ تاریخی واقعات کامل طور
درست نہونے کی وجہ سے طالبان حقیقت کی پیاس نہیں بھجتی۔ مگر
اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ایسے بزرگ کا ہزاروں کوس کا سفر
جسمیں مہینے نہیں سالہا خرچ ہوئے ہونگے۔ کس قسم کا ہوگا۔ تاشکند سے

لیکر کشمیر تک ہزار ہا بادیہ نشین اور پہاڑوں کے مسکن گزیں میں نقشبندی سلسلہ کا ڈنکا بجایا۔ آخر کوئی روحانی طاقت تھی۔ کہ جس نے انکو پکڑ کر صراط مستقیم پر لاکر کھڑا کر دیا۔ اب بھی مسافران ترکستان ہر ایک منزل ہر ایک مکان میں اس کاروان کے نقش قدم کے نشانات پائینگے۔ اور انہوں نے جو چنگاری اہل دل کے دلوں میں ڈال رکھی ہے۔ اس کا دھواں ملاحظہ کرینگے۔

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ   آثار پدیدست صنادید عجم را

بالجملہ کثیر التعداد حاجتمند لوگوں کے مس وجود کو آپ کے نظر کیمیا اثر نے طلای وہ دہی بنایا۔

آنان کہ خاک را بنظر کیمیا کنند   آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

سنہ میں ناگہاں یہ امن و امان کا ورق الٹ دیا۔ امیر خان* جو کچھ ان ایام میں گذرا۔ اُسکا مفصل حال تاریخوں میں مسطور رہے۔ ہم نہیں چاہتے ہیں کہ اُن واقعات کو قلمبند کر کے زخم کو تازہ کریں اور سُنّی و شیعہ کے تعلقات کشیدہ کریں۔ یہ سنسنی خیز دردناک نظارہ نہ دیکھا گیا۔ بستر باندھ بوریا بدنا سمبال سیدھا بخارای شریف کا رخ کیا۔ وہاں پہنچکر چندے وہیں ٹھہرے۔ اور پھر حضرت خواجہ موسیٰ خان دہ بیدی علیہ الرحمہ کے حضور میں پہنچکر زانوے آداب تہ کیا۔ اور ایک عرصہ دراز تک انکے حضور میں ریاضات شاقہ و مجاہدات لائقہ میں شاغل رہے اور اپنے وطن قدیم اسلامی ملک کے اکثر اولیائے کرام سے ملاقاتیں کی اور افادہ و استفاضہ میں مشغول رہے۔

سنہ میں امیر خانی دفتر حکومت پھر تتر بتر ہوا۔ اور وہ جسطرح آندھی

* حکومت افغانستان کیطرف سے کشمیر میں گورنر ہوکر آیا۔

کیطرح آیا تھا۔ بگولہ کیطرح لوگوں کی آنکھ میں خاک ڈالتا ہوا چلا گیا۔

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت رفت و منزل بدیگرے پرداخت

وان دگر پخت ہمچنان ہوسے این عمارت بسر نبرد کسے

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اسکے بعد حاجی کریداد خان نے مسند گورنری کو زینت بخشی۔ حاجی کریداد خان اور اسکے بیٹے آزاد خان کے حالات اور عادات لکھنے انکے سوانح نگار کا کام ہے۔ ہم صرف اتنا لکھدینا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ گو اُسکا حکومت کیسا ہی تھا۔ مگر پکا دیندار سُنی تھا۔ اسکے حکومت کے دور نے اہلِ تشیع اُمرا کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور وہ دربار کا رخ دیکھکر اہلسنت وجماعت کے ستانے کیلئے کسی اور موقعہ کے منتظر رہے۔ حضرت خواجہ بھی امیر خانی حکومت کے الٹ جانے کی خبر سُنکر پھر کشمیر میں آگئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ زمانہ بالکل الٹ گیا ہے۔

بیک گردشِ چرخ نیلوفری نہ نادر بجا ماند و نے نادری

ہر ایک گھر سے آواز یا چار یار بلند ہے۔ اور ظالم ذلیل اور اہلِ حق ارجمند ہے آپ کے پہنچتے ہی یاران طریقت کا جمگھٹ ہونے لگا اور وہی فکر و اذکار و حلقہ ابرار کے مشغلے شروع ہوئے۔ اور ہزارہا بندگانِ خدا آپ کی طفیل واصل بخدا ہوئے۔ حضرت خواجہ کا سفرنامہ اور آپ کے مدارج و معارج باطنی کا فوٹو ہمنے زبان قلم و قلم زبان سے اپنے استعداد کے موجب کھینچنے کی کوشش کی۔ اور یہ اربابِ ذوق کے دلوں پر نقش کر دیا۔ کہ کشمیر میں اب جو کچھہ علم باطنی باقی ہے۔ وہ ہمارے ہیرو کے قدوم میمنت لزوم کی برکت ہے۔

آجکل نئی روشنی کا زمانہ ہے۔ اور بالطبع لوگ بزرگوں کی خرق عادات وکشف وکرامات کو نہیں مانتے۔ اگرچہ انکے محرومی اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ اس راستے پر چلے نہیں۔ اگر کوئی عالم علم مسمریزم یا جذب مقناطیس کی روایت اُن تک پہنچے۔ تو وہ بلاچون وچرا تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس مسلک میں قدم قدم ٹھوکر کھاتے ہیں بار بار لوگوں نے اس جنگ فرنگ میں طلسمات جرمن کی گپوں کے پل باندھ دیئے اور اس ابلہ فریبی کے اکثر ہوشیار شکار ہوئے۔ لیکن جب کسی بزرگ کا نام لیجاتا ہے۔ تو اسکے کرامات کو خرافات کہکر ٹال دیتے ہیں۔ اس واسطے ہمکو اپنے پیشوا اس رسالہ کے ہیرو کی خرق عادات کو قلمبند کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر پھر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ضیافت طبع اہل دل کیلئے کچھ کہا جاوے۔

روایت ہے! کہ بروقت شغل اذکار آپ کے سر مبارک کو ایک سبز پرندہ بلبل ہزار داستان اپنا آشیان تصور کرکے بڑے شوق و ذوق سریلی آواز سے نغمہ سرائی کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایسے وقت میں آپ کے لخت جگر خواجہ شاہ نیاز مصنف چاہی نامہ حاضر تھے۔ اور وہ جیساکہ بچوں کی عادت ہوا کرتی ہے۔ اس عجیب وغریب پرندے کی طرف بڑی بذوق وشوق سے دیکھنے لگے۔ آپنے حضرت خواجہ زادہ کا یہ اشتیاق دیکھکر ہاتھ بڑھایا۔ اور اس پرندے کو اپنے دست مبارک سے حضرت خواجہ زادہ کی ہاتھ میں دیا۔ اور حضرت خواجہ زادہ ایک گھنٹہ تک اسکو اپنے دست مبارک پر بٹھائے رکھا۔ اور اسکی بولیاں اور نغمہ سرائی سنتے رہے۔ اور اسکے بعد خدا معلوم اس بے زبان پرندے

نے حضرت خواجہ کے کان میں کیا کہا۔ کہ حضرت خواجہ نے اپنے دستِ مبارک سے اس سے اڑا دیا۔ **شعر**

کس را مجال نیست کہ پرسد ز باغبان   بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

اگرچہ اغیار کے ہاں یہ بات دُور از عقل ہے مگر اس علم کے عالم بخوبی جانتے ہیں۔ کہ اعمال اولیائے کرام سبز پرندوں کی صُورت میں یا دیگر طائران بہشتی کی ہیئات میں اولوالابصار کے سامنے جلوہ گر ہوا کرتے ہیں۔ آخر کار معلوم ہوا۔ کہ بلبل ہزار داستان سے یہ مُراد تھی۔ کہ آپ کے فرزند حضرت خواجہ شاہ نیاز صاحب علیہ الرحمہ ایکدن بلبل چمنستان سخن و طوطی خوش گفتار خلوت در انجمن ہونگے۔ اور اس عندلیب سبز سے چای سبز کی حکایت اور معارف ہائے صُوفیہ کی روایت مُراد ہے۔ کتاب چای نامہ ابتک ارباب ذوق کے وردِ زبان ہے سُبحان اللہ کس پیرایہ میں مطالب صُوفیہ بیان کئے گئے ہیں۔

خوشتر آن باشد کہ سِرّ دلبراں   گفتہ آید در حدیثِ دیگران

روایت ہے۔ کہ ایک رات جب آپ دست در کار دل بایار تھے۔ مابین حالت خواب و بیداری عالم مُکاشفہ میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آپ کے مکان سے آسمان تک ایک سیڑھی لگی ہوئی ہے۔ اور اس سیڑھی کے راستے سے ملائکہ اطباق انوار بڑھی عزت و احترام سے سر پر لے اتر رہے ہیں۔ آپ نے خیال کیا۔ کہ شاید کہ اسمیں ہمارا بھی کچھ حصہ ہوگا۔ مگر جواب مِلا۔ کہ یہ نعمت الٰہی زُمرۂ مجاہدین نفس و ہادیانِ طریقت کیلئے نہیں۔ بلکہ خاص کاتبانِ کلامُ اللہ کیلئے ہے۔ یہ سُنتے ہی آپ ہچکچائے۔ کیونکہ کبھی کلامُ اللہ لکھنے کی

مشق نہ کبھی ہوئی تھی - اس حالت سے آپے میں آکر باغ طاق
انگور سے ایک شاخ کو قلم کیا - اور اسکا خامہ بنا کر بازار سے کاغذ
منگا کر کلام اللہ لکھنا شروع فرمایا - اسکو حسن اتفاق کہو - یا خرق
عادات سمجھو - کہ کلام اللہ کی کتابت اختتام کو پہنچی - اور کچھ کاغذ
بچ رہا - اُس پر دلائل الخیرات لکھی - اور اسکے بعد ایک پرچہ کاغذ بھی
نہ بچا - وہ کلام اللہ شریف اور دلایل الخیرات ابتک خاندان نقشبندیہ
میں موجود ہے - سُبحان اللہ - یہ کیا مقام عالی ہے - کہ ایک نوآموز
کلام اللہ لکھے - اور دلایل الخیرات بالجملہ اس مکاشفہ سے یہ مُراد تھی
کہ اشغال نقشبندیہ میں جسقدر کہ اتباع کلام مجید و سُنّت نبویہ و وُرود
شریف ہے - وہ کسی سلسلہ میں نہیں ہے - اور چونکہ یہ مکاشفہ میں
دکھلایا گیا ہے - اسلیے اس طریقہ میں اشغال جہریہ کی حاجت نہیں -
یہ ہیچ ہے -

شعر

رموزِ مملکتِ مُلک خسروان دانند   گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ذکرِ خوارق و عادات کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے - بلکہ سوانح نگار کا
فرض ہے - کہ آپکے اوقات شبانہ رُوزی کا بھی ذکر کرے - اسلیے ہم
رسالۂ قوامیہ مُصنفہ علّامۂ نحریر فاضل بے نظیر مُرید بلا واسطۂ حضرت
خواجہ شَخکمان علیہ الرحمہ سے اُن ہی کے الفاظ میں آپ کی اوقات
شبانہ رُوزی کا اقتباس لکھتے ہیں +

چون طالب عاشق مُداومت نماید یعنے از خواب وقت تہجّد یک
شب و یکنیم پہر شب گرفتہ برخیزد اوّل طہارت مسنونہ بجا آرد و دو رکعت
نماز بہ نیّت شکر وضو ادا کند و در ہر رکعت سُورۃ القدر یکبار بخواند -

بعدہ نشستہ این استغفار صد بار بخواند۔ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ سبحانہ۔ بعدِ ہر وضو کہ حاجت افتد دو رکعت نماز بہ نیت مذکورہ بقراءت مرقومہ گذارد۔ میانِ وضو و این تحیۂ وضو سخن با کسے نکند و اگر استخارہ کند دو رکعت نماز وقت سحر گذارد در رکعت اول بعد فاتحہ سورۃ القدر دو بار و سورہ الاخلاص دو بار و در رکعتِ دوم ہر دو سورہ یکبار بخواند۔

تہجد۔ دوازدہ رکعت در ہر رکعت سورۂ یٰسٓ یکبار بخواند در اول تا ولقد اضل و در دوم الی آخرہ۔ اگر سورۂ یاسین یاد نداشتہ باشد و یا ضیقِ وقت باشد در ہر رکعت سورۂ اخلاص بخواند در اول دوازدہ بار تا آخر یک یک کم کند و بعد او ہر کہ در لطائف باشد در ہر لطیفہ کہ سیر داشتہ بعد حضور صورتِ مُرشد اولا در دل خدا را حاضر و ناظر دانستہ متوجہ بہمان لطیفہ بماند۔

و اگر در نفی و اثبات باشد مشغول بدان شود و نمازِ فجر بجماعت بعدِ استغفار ادا کند و بعد فراغ آیۃ الکرسی بخواند و بر روی خود ہر کہ بدمد و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بیست و یکبار و استغفر اللہ سی و سہ بار سُبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۳ بار اللہ اکبر ۳۴ بار و در آخر کبیرًا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یکبار۔ لا اِکراہ تا خالدون یکبار و آمن الرسول الی آخرہ یکبار لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صد بار و سورۂ یاسین یکبار خواند بمراقبہ نشیند و در مراقبہ اول مرشد را تصور نماید بعدہ خدا را حاضر و ناظر دانستہ دستہا بر زانوے نہد و در وقت توجہ ہم اعوذ باللہِ من الشیطٰن الرجیم خواندہ بطرف چپ سہ بار آہستہ تا کسے نہ فہمد

تف اندازد و لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم آہستہ سہ بار خواندہ بسینۂ خود بدمد و بر لطایف جاری بکند و دفع خطرات نمودہ متوجہ بیچون و چگون بماندہ تا طلوع آفتاب بنشیند بعد طلوع آفتاب دو رکعت نماز اشراق نماید و در ہر رکعت سورۂ اخلاص سہ بار خواند و دو رکعت نماز اگر بہ نیت استخارہ بگذارد و در ہر رکعت سورۃ القدر و سورۃ الاخلاص یکبار و دو رکعت نماز بہ نیت نفل نشستہ بگذارد بہر قرائتے کہ خواند بعد ہر دو رکعت دعا خواند و توجہ گیرد یا بدمد اگر مجاز باشد بعد ازان دوازدہ رکعت بہ نیت نماز حاجت گذارد و در ہر رکعت سورۂ اخلاص سہ بار خواند بعدہ دستہا بر زانوے خود نہد و بسجدہ رود و اسم الوہاب ہفت بار خواند و بعد سر برداشتن دعا کند کہ مستجاب ست و بر نماز پیشین دو رکعت نماز بہ نیت نفل نشستہ بہر قرائت خواند بگذارد و صد مرتبہ کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و سورۃ العم یکبار خواند و بمراقبہ نشیند و بعد از ادائے مغرب دو رکعت بقاے ایمان و دو رکعت تحفہ رسول اللہ ؐ و دو رکعت نشستہ بجہت اداے حقوق والدین و درین نماز قرأت مقرر نیست و صد مرتبہ کلمۂ طیبہ و وقت خواب سورۂ یٰس و سورۂ اخلاص اولاً سہ بار خواندہ باز سورۂ اخلاص یازدہ بار خواند و اسم الممیت گفتہ خدا را حاضر دانستہ بخواب رود و شب جمعہ بعد از خفتن صد بار درود بر حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و در وقت نزول مشکلات و ظہور حوادث مداومت بعد نماز ظہر یا عصر یا عشا ختم غوث اکبر حضرت خواجۂ بزرگ نقشبند مشکلکشا رض لازم گیرد کہ بسیار تریاق مجرب ست +

اور جو واقعات ہم تک سینہ بسینہ پہنچے ہیں - یا اور خطوط تحریرات سے
پایا جاتا ہے - اُسکا خلاصہ یہ ہے - کہ آپ آخر یعنے جبکہ آپکا سن شریف
ایک سو ایک یا زیادہ منزلیں طے کر چکا تھا - تو اس سن شریف میں
بھی کوئی وقت اور کوئی لمحہ ذکر الٰہی سے فراغت کا نہ تھا - صاحبِ
رسالۂ قوامیہ لکھتا ہے - کہ آپ ہمیشہ نماز تہجد کی بارہ ۱۲ رکعتیں میں
سورۂ یاسین و سورۂ اخلاص اور ادعیۂ ماثورہ پڑھنے کی مُدامی عادت
رکھتے تھے - اور نماز فجر کے بعد قرآنِ شریف کی ایک دو منزلیں اور
اذکارِ مرویّہ پر مواظبت تھی - ربطِ قلب کے فیوض باطنی سے آپکا
دل و دماغ ہموارہ مُنوّر تھا - اور آپکا ساغرِ دل سرشار ہو کر چھلک رہا
تھا - نوافل و نمازِ اشراق بارہ ۱۲ رکعت روزانہ ادا فرمانے کی عادت
تھی - عصر تک وظائف و تسبیح و تہلیل و کلمۂ تمجید کا شغل تھا - اسکے
بعد یارانِ طریقت کیطرف متوجہ ہو کر نکاتِ تصوّف و وارداتِ قلب
بیان فرماتے - جسکا ایک ایک لفظ تشنہ کامانِ وصال کیلئے آبِ
حیات کا کام کرتا تھا - امرِ معروف و نہے مُنکر آپ کا وہ کام تھا - کہ جس سے
کبھی غافل نہوتے تھے - اور اپنے بیان کو اولیائے کرام کی تمثیلات
سے واضح تر فرماتے تھے - بالجملہ یارانِ طریقت کے سامنے اولیائے
کرام کی سوانحعمری اس خوبی اور خوش اُسلوبی سے بیان فرماتے تھے
کہ جس سے اُن کے تمام شُبہات و خطرات بغیر سُوال کے رفع ہو جاتے
تھے - غرض کہ آپ اتّقوا من فراسة المؤمن فانّه ینظر
بنور اللّٰه کا نمونہ تھے - کبھی کسی کی کیا مجال کہ وہ کوئی حرکت
نالائق کر کے آپ کے سامنے آتا - کیونکہ آپ کا دل ایک آئینہ مُجلّے تھا -

جسمیں ہر ایک نیک بد آرا کا عکس پڑتا تھا۔ ختم شریف غوثِ اکبر حضرت خواجہ بزرگ شاہِ نقشبند مشکلکشا رضہ بکمالِ سکوت ونہایت خضوع وخشوع کے ساتھ پڑہتے۔ یارانِ حلقہ کو اسوقت رائ العین مشاہدہ ہوتا تھا۔ کہ "اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید" باوجود اسکے تصوّف کے رنگ میں ڈوبی ہوئے تھے۔ پھر بھی کیا مجال تھی۔ کہ کوئی لفظ بطور شطحیات آپ کے زبانِ مبارک سے نکلے۔ غرض کہ آپ کا قول و فعل مطابق شریعتِ غرّا و سُنّتِ سنیہ بیضا تھا۔ بسا اوقات جبکہ آپ کا حال خوش ہوتا تھا۔ اور ورد و وظائف سے فارغ ہوتے تو یارانِ طریقت کو بلا کر نہایت موثر لہجہ میں نصیحت کرتے۔

اے میرے پیارے بیٹو۔ بھائیو۔ اور خدا کے راہ میں رسر پر ہتھیلی رکھے ہوئے۔ نیکبختو یہ دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے۔ دنیا کے تھیٹر میں ہمنے بہت سے سین دیکھے۔ اور رنگارنگ کی تبدیلیاں نظر آئیں۔ جگ بیتی سنانے سے کیا واسطہ۔ میں آپ بیتی سناتا ہوں۔ فقیر کا دادا علیہ الرحمہ شہر تاشکند کے صاحب خانقاہ اور پیر قبلہ اور فرمانروا تھے۔ میرے والد ماجد کا درجہ خدا بلند کرے تاشکند کے فرمانروا اور مفتی شہر تھے۔ جب نوبت اس گدائے محمدی تُرابِ اقدام حضرت خواجہ بزرگ نقشبند پر آئی۔ تو ہمیں دنیا کی ہوس اور آبائی منصب کی لالچ نے بالکل نہ چھوا۔ تحصیلِ علم و طلبِ مرشد میں گھر کو اور اعزا و اقربا کا خیر باد کہا اور بلادِ دور و دراز کا سفر اختیار کیا۔ ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی؁

اس راستے میں جن جن تکالیف کا سامنا ہوا وہ ہمارا نعم الرفیق جانتا ہے۔ بعض اوقات اسقدر فاقہ کشی کی نوبت پہنچی۔ کہ نفس امارہ نے الجوع الجوع پکارتے ہمارے عزیز وقت میں رخنہ اندازی کا ارادہ کیا۔ مگر نعم الرفیق کی حفاظت اور اعانت سے ہمنے اس پر فتح پائی۔ اور وہ وقت جاتا رہا۔ خدا کے فضل سے اسوقت اب ہر طرح کا سامان ضروری موجود ہے۔ اور دنیا کا ہر ایک اسباب ہمارے سامنے سر بسجود ہے۔ واہ رے اُس غنی اور مغنی کے فیوضات کہ باایںہمہ ان حطام دنیوی سے کوئی الفت نہیں

این سعادت بزور بازو نیست تا نبخشد خدائے بخشندہ

میرے پیارو اگر تم سے اس راہ میں مردان خدا کیطرح توانائی نہیں تو اس اقل خلق اللہ کے ناچیز عادات ہی کو اپنا رہبر سمجھو۔ فقیروں اور گوشہ نشینوں کی جو دنیاوی دھندوں سے الگ تھلگ بیٹھکر اللہ اللہ کرتے ہیں۔ اور کسیکو اپنے پاس آنے تک نہیں دیتے۔ اُن کی خدمت کرو۔ علمائے کرام و فضلائے عظام کا ادب کرو۔ حسن اعتقاد اپنا مسلک رکھو۔ ہر ایک سے بخوش پیشانی پیش آؤ۔ تزکیہ نفس۔ تصفیہ قلب۔ اکل حلال۔ صدق مقال سے اپنا کام رکھو۔ کیونکہ عدم صدق مقال و اکل حلال موجب نکال اور وبال ہے۔

غرض یہی۔ آپ کے مواعظ حسنہ کا خلاصہ ہے۔ جسکا ذکر مورخوں نے کیا ہے۔ اگر کوئی مرید آپ سے التماس کرتا۔ کہ آپ طبیب روحانی ہیں۔ اور ہم لوگ امراض روحانی میں مبتلا۔ اس درد کا درمان اور بے سر و سامان کا سامان فرمائیے۔ کہ نزول بلیات اور ظہور

حوادثات پر کیا علاج کرنا چاہیئے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ بیمار و
ایسے نزول مشکلات کے وقت بھی مجرب علاج ہے۔ کہ نماز ظہر
یا عصر یا نماز عشا کے بعد غوث اکبر حضرت خواجہ بزرگ رحم کے ختم
شریف پر مواظبت کرو۔ یہی ایک تریاق قلوب مجروحان ہے۔
مگر شرط یہ ہے۔ کہ یہ ختم شریف بغایت مودت باخدا اور بشرائط بزرگان
پڑھا جائے۔ اور اسکے بعد یہ دعا مانگے۔ کہ برآورندہ حاجات
واے حل کنندہ مشکلات قاضی الحاجات مستجیب الدعوات بطفیل
حضرت محمد رسول اللہ و بوساطت حضرت خواجہ شاہ نقشبند رحم واین
سلسلۂ عالیۂ نقشبندیہ میری حاجات بر آری کر۔ ماخذ حضرت خواجہ
بزرگ کی یہ رباعی ہے۔

این نہ دِلہ وَدہ دِلہ رایکدِلہ کن — صرّاف زرِ خود شو و خود را بلہ کن
یک نیم شبے خیز و بدرگاہ بیا — گر حاجتت نہ برآید انگہ گلہ کن

اور ایک اس سلسلہ کے خاکپا کا مقولہ ہے۔

گر تو خوانی باشرائط ختم شاہ نقشبند — مشکلت حل میشود ہرگز نہ بینی قید و بند
آزمودستیم ما این وردِ اعظم بار بار — تجربہ فرما اگر ہستی غریب و مستمند

رباعی

مشکلکشا کا ختم ہے تریاق ہر قلوب — ہمنے کیا ہے تجربہ اسکا جہاں میں خوب
ہیں خواجہ غیور کے الطاف عام و تام — ہوتے ہیں اس سے دفع سبھی درد اور کروب

سلسلۂ عالیۂ نقشبندیہ کے اکثر مشائخان کرام و بزرگان عظام
نے جو تحقیقات کشف و کرامات۔ خوارق عادات کئے ہیں۔ وہ اس
نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ ایک ولی اللہ سے کرامات کا سرزد ہونا اسکا

ادنےٰ مرتبہ ہے۔ سب خوارقِ عادات و پرہیزگاری کا سرتاج قدم بقدم پیروی سرورِ کائنات و مفخرِ موجودات علیہ السّلام والصّلوٰۃ ہے۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید | کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
جو متبع نہ سُنّت نبوی کا ہو آمیر | اڑتا بھی ہو تو مانتے اسکو نہیں ہیں ہم
ہاں جو قدم قدم پہ ہو پیرو رسُول کا | بیشک اس نے ولیٔ خدا جانتے ہیں ہم

بالجملہ چونکہ ہمارے ہیرو اس قسم کے اولیا میں سے تھے اسلیٔے کشف و کرامات کے اظہار سے انہیں نفرت تھی۔ البتہ اس میں کلام نہیں۔ کہ حضرت خواجہ کی ہر ایک بات ایک کرامت ہر ایک جملہ موجب استقامت تھا۔ بزرگوں کا قول ہے۔ کہ ع اِستقامت زصد کرامت بہ البتہ خود بخود وقتاً فوقتاً آپ کے انفاس قدسیہ سے ہزاراں کرامت اور خرقِ عادات ظاہر ہوتے تھے۔ جنکے قلمبند کرنے کیلیٔے ایک دفتر چاہیئے۔ ہم کسی قدر تو لکھ آیٔے ہیں۔ اور یہاں پر بھی اختصار کیساتھ ضیافت طبع اہل دل کیلیٔے کچھ لکھتے ہیں۔ کہ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرتِ خواجہ کے بغلِ مُقدس میں آپ کا دوسالہ لختِ جگر کھیل رہا تھا۔ جسکا پیارا نام حضرت خواجہ شاہ نواز علیہ الرحمہ تھا۔ آپ کی گود سے ان کی نظر..... ایک خوشنوا زمزمہ سنج و راحت افزا بُلبُل کیطرف پڑی۔ پھر کیا تھا۔ اپنے والدِ بزرگوار کے گود میں مچلنے لگا۔ کہ اباجان یہ پرندہ خُوش پوش ہمیں پکڑ دو۔ حضرت خواجہ نے بُلبُل کے طرف دیکھا۔ دیکھنا کیا تھا۔ گویا کہ ایک جذب مقناطیس تھا۔ کہ بلبل صاحبزادہ کی ہاتھ میں بیٹھا دیا۔ حضرت خواجہ نے بُلبُل سے مخاطب ہوکر اس شعر کا مضمون ادا کیا۔

گل و گلبن کا گلہ بلبلِ خوش لہجہ نہ کر　　تو گرفتار ہوئی اپنے صدا کے باعث

جب صاحبزادہ بلبل کی ہمصحبتی سے سیر ہوا۔ تو بلبل اشارہ پاتے ہی ایک فراٹا بھر کر گلبن پر جا بیٹھی۔

آفرین بلبل تمہاری طالع بیدار پر　　گل کی عاشق ہی مگر معشوق خواجہ بنی

گر سے گلبن پہ تیرا کیا ہوا اجلاس آج　　خواجہ صاحب کی بدولت اب تو راجہ بنی

نئی روشنی کے دلدادہ سائینس کے فریفتہ گو اسکو نہ مانیں مگر ہماری نظر سے اس جذبہ کے عجائبات روزمرہ نظارہ میں آتے ہیں۔ آجکل کے زمانہ میں بھی لوگ مسمریزم اور تاثیر الانظار کے قائل ہیں۔ تو معلوم نہیں کہ اس سے کیوں انکار ہے۔ مقناطیس اور کہربا جب لوہے اور تنکے کو جذب کرتا ہے۔ تو انسانی جذبات کے انکار کیا معنے

روا باشد انا الحق از درختے　　چرا نبود روا از نیک بختے

نقل ہے۔ کہ آپ نے ایک مرتبہ ترکستان کی سیر و سیاحت کا ارادہ کیا۔ خواجہ عنایت اللہ اشائی جدِ اشائی ہائے کشمیر جو حضرت کے نام لیوا تھے۔ اور انکی شمع رو کے پروانہ۔ آپ کی جدائی اختیار نہ کر سکے حضرت خواجہ نے بہت سمجھایا۔ کہ آپ ضعیف العمر ہیں۔ راستہ دشوار گذار۔ سفر میں بہت سے تکالیف کا سامنا ہوگا۔ آپ یہیں بیٹھکر اللہ اللہ کیجیے۔ اگر محبت صادق ہے۔ تو آئینہ خیال میں ہماری زیارت کر لیجیا کریں۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار　　جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مگر آپ ایسے شیدا اور بوالہوس عاشق نہ تھے۔ کہ آپ کے جدائی گوارا کر سکتے تھے۔ عرض کیا کہ حضرت۔ پیچھا چھوڑینگے نہ سایہ کیطرح ہم بھی

جائینگے - جدھر جاؤ گے -

الغرض اشائی صاحب آپکی ہمرکاب ہولئے - اور دور و دراز سفر یارقند میں معلوم ہوا - کہ حضرت کا انسے خطاب ممانعت اس راز پر تھا - کہ وہ اسی سفر میں داعی اجل کو لبیک کہکر یاران ہمسفر کو وداع جدائی دیجائینگے - اگر وہ حضرت کا کہا کشمیر میں مان جاتے تو یہ قضائے معلّق قضائے مطلق نہ بنتی - اس مقام پر بلبلِ شیراز یوں نغمہ طراز ہے -

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

چونکہ ایسے مقام پر اشائی صاحب کا مرغ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا - جہاں بوجہ غیر موزونی مقام ان کو پیوند خاک کرنے کا موقعہ نہ تھا - آپ نے انکی لاش کو (ضمن میں لیکر) زندوں کی طرح گھوڑے پر سوار کرکے ساتھ لیا - اور آخر بالہام غیبی بمقام کو کیار علاقہ یارکند مزار سید جلال الدین میں انہیں مہد لحد میں ہمیشہ کیلیے سُلا دیا - ارباب باطن جانتے ہیں - کہ مُردہ کا زندوں کے ساتھ بسواری اسپ رہگذار ہونا کیا معنے رکھتا ہے - اگر حضرت خواجہ کا لاش پر باطنی تصرّف نہو - تو یہ کیونکہ ممکن تھا - بالجملہ مزار سید جلال الدین جہاں اشائی صاحب دفن کئے گئے - زیارتگاہ خاص عام بلکہ کا فۂ انام ہے -

پھر بھی روایت ہے - کہ ایک بزرگ میاں محمد ولی ڈار ولد میاں حضور ڈار آپکے مرید با اخلاص تھے - اور آپکی نسبت نہایت اعتقاد اور حسن ظن رکھتے تھے - میاں صاحب موصوف دنیوی حیثیت

سے بھی رئیس تھے۔ اور جائداد منقولہ و غیر منقولہ کشمیر میں کثرت سے رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ کو ایک دفعہ مستغرق حال دیکھکر انہیں انشراح قلب و تفریح دل کے لئے اپنے ایک مملوکہ موضع برین میں لیگئے۔ جہاں انہوں نے ایک باغ دلکشا و گلبن پُر فضا احداث کیا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ کو اس باغ میں فروکش کیا۔ حضرت وہاں مناظر قدرت و بوقلمونی گلہائے باطراوت سے دل بہلاتے تھے۔ اور اس شعر کا مضمون دہراتے تھے

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن ۔ اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

ایک دن اس باغ میں بطریق اشراق قلب یہ واقعہ معلوم ہُوا کہ موضع برین سے چند میل کے فاصلہ پر ایک زمین کا ٹکڑا جزیرہ نما موجود ہے۔ اور اس کی آبادی کے لوگ اثنا عشریہ مذہب رکھتے ہیں۔ اور ان کا ابا عنید اہلسنت وجماعت کے ساتھ عناد ہے۔ اسی دن اسی وقت جزیرہ میں ایک متعصب شیعہ سنان کا کام زبان سے لیکر صحابہ کرام کے رُوح کو مجروح کر رہا تھا۔ اس واقعہ کا عکس جوں ہی خاطر اقدس پر پڑا۔ تو رگِ ہاشمی حرکت میں آئی۔ اور ترکستانی شجاعت نے آپ کو بیتاب کر دیا۔ کمان تو آپ کے پاس ہمیشہ رہا کرتی تھی۔ وہیں تیر کو چلہ پر چڑھا کر ہوا کے رخ مارا کہ (ع) فلک گفت احسن ملک گفت زہ ۔ اسی دن معلوم ہوا کہ فلاں شیعہ کو ایک غیبی تیر لگا۔ کہ جانبر نہ ہو سکا۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ شق کمان کے یہ بھی ایک معنے ہے۔

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

غرض آپ کے خرق عادات لاتعدّ ولا تحصے ہیں۔ آخر وہ دن بھی آ گیا۔

کہ اس آفتاب جہانتاب کو کشمیر کی رہنے والوں سے اجل ہونا پڑا۔ دنیا مقام فنا ہے۔ سدا نام باری کو بقا ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ خدا کے مقبول بندے مرتے نہیں۔ بلکہ ایک نقل مکان ہے۔ اور اسیکا نام انتقال یا موت ہے۔ آپ صرف چند روز صاحب فراش ہوئے۔ ایکدن جب کہ یاران طریقت مثل ہالہ چاند کے گرد حلقہ کئے بیٹھے تھے۔ آپ نے اُن سے مُخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ امروز کدام روز ست۔ حاضرین نے عرض کیا۔ کہ قربانت شویم کہ یکشنبہ ست۔ کہا کہ۔ فردا دوشنبہ ست۔ وصالِ حضرتِ ماہم درین روز شدہ ست۔ ماہم درین روز بخدمتِ شان میرسیم۔ بالجملہ ٹھیک عُمر کے اکیسو اکیسال کی منزل طے کرکے حضرت خواجہ ۱۲ ماہ جمید الاول ۱۲۱۱ھ روز دوشنبہ اس دارِ فانی سے رہ سُپر عالم جاودانی ہوئے۔ نماز جنازہ کی امامت مولوی قوام الدین صاحب مُفتی نے جو آپ کے نام لیوا تھے۔ حسب الوصیۃ کی۔ اور محلہ سید واری میں مدفون ہوئے۔ جہاں کہ اس وقت خانقاہ حضرت خواجہ شاہ نیاز نقشبندی کی قایم ہے۔ اُسوقت کی مشاہیر عُلماے کرام وشعراے عظام نے آپ کے مرثیہ اور قطعات تاریخ وفات لکھے ہیں۔ جنہیں سے مُشتے نمُونہ خروارے واند کے از بسیارے ذیل میں درج ہیں۔

از سیّد غلام شاہ صاحب قادری آزاد۔

بہر تاریخ آن خجستہ صفات ۔۔۔ خواجۂ بے نظیر مظہر ذات
از ازل پا کشیدہ سرِ انسان ۔۔۔ رضی اللہ عنہ گفت عیان

از فضیلت آئین میر محی الدین قادری۔

زین جہان کرو سُوے حق پدرُود ۔۔۔ قدوۂ کاملانِ اہلِ شہود

خواجہ عبدالرحیم منبع جود | مظہرِ ذاتِ حضرتِ معبود
ہاتفی سالِ وصلِ ایشان گفت | شیخ کامل و لئے کامل بود

از مولوی نظام الدین مفتی۔

گفت تاریخ وصالش ہاتفی | قطبِ عالم رفتہ از دنیای دون

از مُلّا فاروق ناگامی۔

قد سألتُ العقلَ عن تاریخہٖ | قالَ لی قُل۔ کان شیخًا فی الزّمن
قطبِ دین شیخ زمانہ بود گفت | سالِ وصلش عقلِ من در گوشِ من

دیگرے گفتہ۔ شیخ زمان بودہ و قطبِ زمن۔ ایضًا

سالِ تاریخ عقل گفت کہ بود | خواجہ عبدالرحیم قطبِ زمن

ایضًا۔ اَلَا اِنّ اولیاءَ اللّٰہِ لَاخوفٌ علیہم ولاہم یحزنون۔

از تقوے گزین مُلّا محمد نعیم تارہ بلی۔

خواجہ عبدالرحیم رحلت کرد | باد راضی از و خدائے رحیم
بے دلِ شاد سالِ رحلتِ او | رضی اللہ عنہ گفت نعیم

آپ کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد سوانح عُمری نگار کا فرض ہے کہ اُنکے جانشینوں کا بھی تذکرہ کرے۔ آپ کے مُریدوں اور مُعتقدوں کی اُتنی کثرت ہے۔ اور ان میں سے ایسے برگزیدہ ہیں۔ کہ اگر ہر ایک کی سوانح عُمری لکھی جائے۔ تو ایک دفترِ بے پایان ہو سکتا ہے۔ اور انکی سوانح عُمری ایسی سبق آموز ہے۔ کہ بزرگان زمانہ اسکا دستور العمل بنائیں۔ تو زیبا ہے۔ مگر یہ کام ہم کسی اور پر چھوڑتے ہیں۔ صرف یہاں اسقدر لکھنا کافی ہوگا۔ کہ آپ کے صرف دو فرزند تھے۔ ایک کا

نام حضرت خواجہ شاہ نواز صاحب علیہ الرحمہ جو سالکِ مجذوب اور مجذوبِ سالک

ہر دو تھے۔ مگر عنفوانِ جوانی میں آپ اس دارِ فانی سے بغیر اولادِ نرینہ
کے چھوڑ کر خلد نشین ہوئے۔ دوم حضرت خواجہ شاہ نیاز صاحب
نقشبندی علیہ الرحمہ ہیں۔ جنکی سوانح عمری ہدیہ ناظرین انشاء اللہ کیجائیگی۔
آپ کے خلفاء سے چند ایک بزرگان ذیل مشہور ہیں۔
خواجہ کمال الدین شہید نقشبندی۔ سید شاہ محمد حنیف نواب بازاری۔
مولوی قوام الدین مفتی۔ مولوی ابو المکارم مفتی و فائی۔ مولوی ہدایت اللہ
متو مفتی پاندانی۔ شیخ محمد عثمان چشتی۔ شاہ محمد توفیق خجندی۔
شیخ شرف الدین زہگیر۔ شیخ ملا محمد نعیم تارہ بلی۔ اخوند ملا محمد طیب
اخوند ملا محمد عاصم خسر ملا بدر محمود رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ضمیمہ نمبر (۱)

شجرہ مشایخ سلسلۂ علیہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رضا

- حضرت محمد رسول اللہ صلعم
- حضرت ابو بکر صدیق رض
- حضرت سلمان فارسی
- حضرت قاسم بن محمد بن ابابکر
- حضرت امام جعفر صادق
- شیخ بایزید بسطامی
- شیخ ابو الحسن خرقانی
- شیخ ابو القاسم گرگانی
- شیخ ابو علی فارمدی
- خواجہ ابو یوسف ہمدانی
- خواجہ عبد الخالق غجدوانی
- خواجہ عارف ریوگری
- خواجہ محمود انجیر فغنوی
- خواجہ علی رامیتنی
- خواجہ بابا محمد سماسی
- خواجہ سید امیر کلال
- حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رح
- خواجہ علاء الدین عطار
- خواجہ یعقوب چرخی
- خواجہ عبید اللہ احرار
- شیخ محمد زاہد
- شیخ محمد درویش
- خواجگی امکنگی
- خواجہ باقی باللہ
- مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
- شیخ محمد معصوم
- شیخ محمد سعید
- شیخ عبد الاحد
- شیخ محمد عابد
- خواجہ موسیٰ خان دہبیدی
- خواجہ عبد الرحیم شیخ کمان

- مرتضیٰ رض
- حسین رض
- زین العابدین
- محمد باقر

شجرۂ نسب حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

منقول از بحر الانساب - منبع فیوض - مقامات خواجہ خاوند محمود - سیر محمدی وغیرہ

- حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت فاطمہ زہرا (بنت الرسول صلعم) — حضرت علی مرتضیٰ (داماد الرسول صلعم و زوج البتول)
- حضرت امام حسین شہید رضا
- حضرت امام زین العابدین
- حضرت امام محمد باقر
- حضرت امام جعفر صادق
- حضرت امام موسیٰ کاظم

امام موسیٰ علی رضا
- امام محمد تقی
- امام علی نقی
- •
- سید علی اکبر
- سید فخر الدین
- سید صوفی خلوتی
- سید نقی نقیب
- سید بلاق
- سید محمود
- سید برہان قلیچ
- سید سخیان

سید قاسم
- سید زین العابدین
- سید عبد اللہ
- سید برہان الدین
- سید جلال الدین محمد
- سید محمد بخاری
- خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

امام علی
- سید ابو بکر کبیر
- سید عبد الحق
- سید جعفر
- سید محمد رومی
- سید عبد اللہ

سید موسیٰ
- سید حسین
- سید قاسم
- سید ابو بکر رضا
- سید عبد اللہ زر بخش
- سید محمد خوارزمی
- خواجہ سید علاء الدین عطار
- خواجہ حسین عطار
- خواجہ محمد فاضل
- خواجہ محمد اشرف
- خواجہ محمد شریف
- خواجہ عبد الرحیم سخاکمان

خواجہ حسن عطار
- خواجہ بہاء الدین
- سید ناصر ابو العلا
- خواجہ ابراہیم
- خواجہ خلیل

خواجہ یوسف عطار
- خواجہ علی
- خواجہ سراج الدین
- خواجہ محمود

خواجہ حسن عطار، ولد حضرت خواجہ علاء الدین عطار و دختر زادہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند - ذریت اینها در کشمیر موجود است

شجرۂ منظومِ پیرانِ حضرتِ خواجہ عبد الرحیم نقشبندی شیخ کمان

حضرتِ ما خواجہ شاہ و خواجۂ عبد الرحیم — نقشبندِ وقت ہمچون خواجہ احرارِ ولی

سرورِ ما خواجہ موسی خان و شیخ عابدی — شیخ او عبد الاحد آلش سعید الباطنی

شیخ معصوم شیخ احمد خواجہ باقی خواجگی — خواجہ درویش و محمد زاہد احرار ولی

خواجہ یعقوب و بہاء الدین دگر میر کلال — خواجہ بابا دان دگر خواجہ علی رامیتنی

خواجہ محمود است و عارف خواجہ عبد الخالق است — خواجہ یوسف بعد شیخ بو علی بو القاسمی

بو الحسن پس بایزید و جعفر صادق بدان — قاسم و سلمان ابو بکر و رسولِ ہاشمی

نسب نامۂ حضرت خواجہ عُبید اللہ احرار

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ ابن خواجہ محمود ابن خواجہ شہاب الدین احرار نقشبندی از اولاد امجاد خواجہ سید محمد باقی بغدادی است - والدۂ ماجدۂ آنحضرت از اولاد عُمر باغستانی است - و باغستان از دیہات تاشکند است - نسبت حضرت شیخ عمر باغستانی بشانزدہ واسطہ بحضرت عبد اللہ بن عمر ابن الخطاب است رضی اللہ عنہ

ضمیمہ نمبر (۳)

رقعہ حضرت خواجہ شاہ نیاز نقشبندی بنامِ حاکمِ کاشغر

حامداً و مصلیاً و مسلماً - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - الحمد للہ و المنۃ
خواہ محبّ السادات والفقراء قدردان فضلا و علما محمد یونس بیگ کہ باعلی درجہ
کمال دولت دین و دنیا و اقبال بہرہ ور گردیدہ بخیر و عافیت نزول در بلدہ کاشغر
صانہا اللہ تعالی عن الآفات والضرر نمودہ اند - اظہار محبت و اخلاص خالصاً للہ

که از جانب آن زبدة العلما وبیان حسن ظنی وتشوقی فی الله فرموده اند۔ مخدوما این ناکاره دور از اصل کار که حاصل کار او خود کامی وهوس روائی است۔ ومایه روزگار او ظاهر آرائی وخودستائی۔ انزواے او کبر انگیز۔ واستغنائے او طمع آمیز۔ شب وروز در استیفائے تنعمات و لذات۔ وصبح وشام بر اتباع هوا وشهوات۔ عملے که شایسته قبول پروردگار باشد در حق این عاصی عنقا۔ وکارے که سزاوار نظر کردگار باشد در کجا۔ اگر ذمایم خود را عمرے دفترها برنگارد صورت اتمام نداود۔ برشمه اظهار این گفتار باعث آنست که تا اطلاع بر حال این گنهگار واقعی یابند وخیال وحسن ظنے که بمجرد شنیدن کرده اند از سر دور کرده بطرز وعنوان مسطور پندارند۔ واگر از باب نسبت نسب سیادت واقعی یا غیر واقعی شنیده باشند۔ ویا در تاشکند وبخارا معلوم کرده اند۔ احقر را در آن چه فائده که شرف الانسان بالعلم والادب لا بالمال والنسب۔ که ازین اوصاف این نادان بهره ندارد۔ واگر از مسند شیخی وشیخ زادگی بسمع ذمداه باشد حقیر را در آن چه دعوے۔ که جانشینی پدر نقد وراثت معنوی که عبارت از تحقق بکمالات پدر که ارشاد وتکمیل باشد در کار است۔ آنهمه درین هیچدان ناپیدا۔ چه خوش گفته است هر که گفته است۔ رباعی

میخواره وخود پرست وفاسق بودن | هر کام وهوائے نفس عاشق بودن
با اهل خرابات موافق بودن | به زانکه بخرقه در منافق بودن

مگر آنکه فضل ورحمت الله سبحانه بشفاعت محمد مصطفے صلے الله علیه وآله وسلم این افتاده را از خاک مذلت وخواری بر دارد۔ ونخل خاتمه ثمره ایمان ونجات بار آرد۔ واگر از تخت پادشاهی وپادشاهزادگی میگویند آنهمه بزرگان ما

بنظرِ فنا دیدہ ترک نمودہ اند۔ الدنیا کلھا ظلمۃ الا العلم۔ والعلم کلہا حجۃ الا العمل۔ والعمل کلہا ھباء منثور الا الاخلاص۔ والاخلاص موقوف علی ما یختم بہ۔ چون استماعِ حسنِ اخلاق وکمالِ استعداد قبل ازین ہم بتکرار از زبان جامع الاوصاف اعلم آخونلق یارکندی بسمع در آمدہ بود بمجرد استماع باوجود عدم ادراکِ صحبت غائبانہ پرتو محبت را در خود یافتہ بودائے فلیعلمہ بتحریر چند کلمہ محبت خود را ظاہر نمودن مناسب دانستہ واز استماع شوق وطلب کہ در راہ مولائے جلّ شانہ دارند بے نہایت خورسندی حاصل گشتہ۔ کہ ہر انسان را البتہ ازالۂ مرض قلبی کہ عبارت از گرفتاری ست بما دون حق جلّ وعلا کہ بموت ابدی میرساند وبعذاب سرمدی گرفتار میکند۔ اہم مہمات ست در طلب علاج آن افتادن دولت قصوائے ونعمتِ عظمے ست۔ چون نتیجہ محبت خیر خواہی ہمدیگر ست بنابران مے نگارم۔ کہ درین فساد زمان کہ دینِ متین پر ضعیف گردیدہ۔ اہم مدعائے مردم روزگار از خلق بہر وسیلہ جلب منفعت حطام دنیوی ست بگفتہ آنکہ۔

جز کتابم ہمنشین وہمزبان پیدا نشد ۔۔۔ جز نئے کلکم حریفِ نکتہ دان پیدا نشد

سالہا گشتم کہ یابم در جہان یارے بخواب ۔۔۔ عمر آخر گشت ویارِ مہربان پیدا نشد

بتصانیفِ بزرگانِ دین کہ صلاح وفساد را تحقیق نمودہ بتحریر در آوردہ اند رجوع باید فرمود۔ وتمسک بسنت باید نمود۔ وعیار ہر یکے را بمحک کلام شانان بخوبی باید سنجید۔ پیر انصاری میفرماید۔ الٰہی چیست اینکہ دوستان خود را کردی کہ ہر کہ ایشانرا شناخت ترا یافت۔ وتا ترا نیافت ایشان را نشناخت واز زبان بزرگے استماع دارم۔ کہ میفرمودند خدا شناسی آسان وولی شناسی مشکل۔

انتہٰی ملخصاً۔

تمام شد حصۂ اول

